اسماعیل راجی الفاروقی مرحوم-۲

پروفیسرخورشید احمد

برادرم اسماعیل الفاروقی نے کینیڈا اور امریکا میں قیام کے دوران بحیثیت مسلمان اپنی ہستی پر غور کرنے اور اپنی اصل شناخت کو دریافت کرنے پر پوری توجہ دی۔ ان کو صہیونی غاصبوں کے ہاتھوں اپنے گھر بار اور مادرِوطن کو چھوڑنا پڑا تھا۔ انھوں نے جون ۱۹۶۷ء میں اسرائیل اور مغربی طاقتوں کی یلغار کے دوران اُردن، شام اور مصر کی شکست، بیت المقدس پر اسرائیلی قبضے اور عرب قومیت کے شرمناک زوال کا مشاہدہ کیا تھا۔

غریب الوطنی کے اس زمانے میں الفاروقی نے آزادی کے ان مواقع کی قدر کی، جن سے وہ مغرب کی علمی دُنیا سے استفادہ کررہے تھے۔ پھر فکری، ثقافتی، سیاسی اور سامراجی جبر کی ناقابلِ قیاس گرفت اور اُمت مسلمہ اور دوسری متاثرہ اقوام پر کثیرجہتی غلامی کے تباہ کن اثرات کا بھی قریب سے مشاہدہ کیا۔ وہ سامراجی طاقتوں کے دُہرے معیارات کو پردۂ سیمیں کے پیچھے سے دیکھنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ پھر انھوں نے امریکا میں تعلیم کی غرض سے آنے والے نوجوان مسلمانوں [مسلم اسٹوڈنٹس ایسوسی ایشن- MSA: ۱۹۶۲ء] کے انقلابی تصورات سے حرارت لی۔ اس طرح مسلمانوں اور انسانیت کے نئے مستقبل کی تعمیر کی منظم کوششوں کے حلقۂ اُلفت سے وہ وابستہ ہوئے۔

اسماعیل الفاروقی نے نوجوانوں کی اس روح پرور دنیا [MSA] میں، خود کو بڑا بے تکلف اور بہت آسودہ خاطر محسوس کیا۔ وہ ان میں سے ایک ہوگئے اور ان نوجوانوں نے بھی جذبۂ سپاس سے انھیں ایک شفیق معلّم اور دُور اندیش قائد کی حیثیت سے دیکھا۔ میں یہ لکھ کر کوئی انکشاف نہیں کروں گا، اگر اپنے دوعزیزترین بھائیوں ڈاکٹر احمد توتونجی [پ: ۱۹۴۱ء عراق] اور ڈاکٹر عبدالحمید

ابوسلیمان [م:۱۸/اگست ۲۰۲۱ء] کے کردار کو ضبط تحریر میں لاؤں۔ ان دو قیمتی ساتھیوں کی دل سوزی نے اس عمل کو باثمر بنایا۔ الفاروقی کے لیے فی الواقع یہ رفاقت بڑی رحمت و برکت کا ذریعہ بنی۔ وہ اب اس دنیا میں مضبوط قدموں سے واپس آ گئے تھے کہ جس دنیا سے ان کا ازلی تعلق تھا۔ زندگی کے آخری دو عشروں کے دوران انھوں نے ایک پختہ کار اسلامی اسکالر، اسلامی تعلیمات کے ایک محترم استاد، ایک منفرد داعی اور اسلام کے ایک سچے سفیر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ انھوں نے شعوری اور روحانی تبدیلی کے اس سفر کو ان خوب صورت الفاظ میں بیان کیا ہے:

> میری زندگی میں ایک وقت تھا...... جب مجھے فکری سطح پر یہ ثابت کرنا تھا کہ میں اپنی جسمانی اور شعوری بقا، مغرب سے جیت سکتا ہوں۔ لیکن جب اس مقصد میں قدرے کامیابی حاصل کر لی، تو پھر یہ ہدف بھی میرے لیے بے معنی ہو کر رہ گیا۔
>
> میں نے خود سے سوال کیا:
>
> 'میں کون ہوں؟ ایک فلسطینی، ایک فلسفی یا ایک آزاد خیال انسانیت کا حامل؟'
>
> میرے داخلی وجود نے جواب دیا:
>
> 'مَیں مسلمان ہوں'۔

برادرم الفاروقی اس داخلی تبدیلی کو، دوسرے انداز میں اپنے دوست کے نام ایک خط میں، جو انھوں نے اپنی شہادت سے صرف ۲۶ دن قبل یکم مئی ۱۹۸۶ء کو لکھا، یوں بیان کرتے ہیں:

> بیروت کی امریکی یونی ورسٹی سے گریجویشن کے بعد میں نے فلسطین میں 'عرب کوآپریٹو سوسائٹیز' میں رجسٹرار، اور پھر گلیلی کے صوبے میں انتظامی افسر کی حیثیت سے کام کیا۔ جب جیش الانقلابی قائم کی گئی، تب میں شمالی خطے میں انتظامی گورنر کی حیثیت سے کام کر رہا تھا، جو اس وقت تک دشمنوں کے ہاتھوں سے محفوظ تھے۔
>
> اسی دوران مزید پڑھائی کے لیے امریکا چلا گیا۔ مغربی فلسفے میں ڈاکٹریٹ کرنے کے بعد میں اسلامی علوم کے ورثے سے دُوری اور اپنی جاہلیت کی کیفیت سے آگاہ ہوا۔ چنانچہ واپسی پر الازہر یونی ورسٹی میں نئے سرے سے سیکھنے کے لیے داخلہ لیا۔ لیکن یہ بہت ہی خصوصی تیز تر پروگرام تھے، گویا کہ ان تین برسوں پر پھیلا وقت، جو الازہر

کے کیمپس میں گزار رہا تھا، اس میں ایک مزید ڈاکٹریٹ کر رہا تھا۔ اس کے بعد مختلف یونی ورسٹیوں میں مطالعہ اسلامی میں پروفیسر کی حیثیت سے خدمت کی۔ اسی دوران امریکا میں طلبہ کی اسلامی تحریک [یعنی MSA] سے وابستگی نے مجھے وہ سوچ عطا کی، جس کا مقصد امریکا میں مسلمان نوجوانوں کے اخلاق و کردار کی تربیت اور ان کے اسلامی تصورات کو مزید گہرا کرنے کے ساتھ اسلامی فکر کی ترویج اور اس کا فروغ تھا۔ یہی ہے وہ سرگرمی، جس میں، الحمدللہ آج تک مصروفِ عمل ہوں۔

اطالوی نژاد امریکی پروفیسر ڈاکٹر جان ایل ایسپوزیٹو [پ: ۱۹۴۰ء] جو اسماعیل راجی الفاروقی کے براہِ راست شاگرد بھی رہے، وہ الفاروقی کی زندگی کے اس پہلو کو یوں بیان کرتے ہیں:

وہ ایک مرکز کے گرد متحرک، تخلیقی مفکر، مقابلہ کرنے والے دل آویز فرد اور میدانِ کار میں لگن سے کام کرنے والے انسان تھے۔ اسلام اور اسلام کی تعلیمات کا جوہر ان کے عقیدے، پیشے اور صلاحیت میں رَچ بس گیا تھا۔ ان کی زندگی کو اختصار سے بیان کرنا اور اس کا تجزیہ کرنا ایک مشکل کام ہے۔ محتاط لفظوں میں کہا جاسکتا ہے کہ ان کے عقیدے کے مطابق مطلوب مسلمان وہ ہے، جو سرِتسلیم خم کر کے اللہ کی رضا کے حصول کے لیے زندگی بھر جدوجہد کرے۔ اسماعیل الفاروقی واقعی ایک مجاہد تھے۔

پروفیسر اسپوزیٹو کے گراں قدر الفاظ میں صرف یہ اضافہ کروں گا:

اسماعیل راجی الفاروقی نے اپنی علمی زندگی کا آغاز ایک مسلمان عرب قوم پرست کی حیثیت سے کیا، الحمدللہ، آخرکار وہ ایک اسلامی داعی کی حیثیت میں دُنیا سے رخصت ہوئے۔ وہ ایک ثابت قدم مجاہد کے طور پر زندہ رہے اور اسی مشن سے وابستگی کی وجہ سے شہادت پائی۔

تریپولی میں ملاقات کے بعد ہمارا ایک دوسرے کے ساتھ سرگرم رابطہ ۲۷ مئی ۱۹۸۶ء کی اس رات تک رہا کہ جب وہ اور ان کی اہلیہ امریکی ریاست پنسلوینیا کے شہر وینکوٹ میں ایک قاتل کی خنجر زنی کے زخموں کی تاب نہ لاکر ربّ کے حضور پیش ہو گئے ۔

میں دی اسلامک فاؤنڈیشن، لیسٹر اور 'اسلامک کونسل آف یورپ' میں سرگرم تھا۔

انھوں نے اسلامی دعوت کی اساس اورحرکیات پر کانفرنسوں اورسیمی ناروں کے ایک سلسلے کی نہ صرف کامیاب منصوبہ بندی کی، بلکہ اس کی تنظیم میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ اسی سلسلے کے توسیعی منصوبۂ عمل کے تحت: اسلام میں بنیادی حقوق کے اعلامیے کی تیاری، ایک مثالی اسلامی دستور کے بنیادی خدوخال اور اسلام اور مسئلۂ فلسطین کی وضاحت کے باب میں گراں قدر حصّہ ڈالا۔

عیسائی مسلم مکالمے کے لیے کوششیں

جون ۱۹۷۶ء سے عیسائی مشن کی تنظیم Chambesy Dialogue Consultation اور اسلامی دعوۃ کے موضوع پر ہم نے ایک ساتھ کام کیا۔ 'ورلڈ کانگریس آف چرچز' (WCC) جنیوا، دی اسلامک فاؤنڈیشن لسٹر (برطانیہ) اور 'مطالعہ برائے اسلام اور عیسائی مسلم تعلقات' سیلیوک کالج برمنگھم (برطانیہ) نے اس منصوبے پر مشترکہ کاوش کی تھی۔ اس مشاورت کا میں شریک چیئرمین تھا۔ اسماعیل الفاروقی اس تاریخی مشاورت میں ایک محور کی حیثیت رکھتے تھے۔ عیسائی اخلاقیات پر اسماعیل الفاروقی کی کتاب *Christian Ethics* کو عیسائی اسکالروں نے ''ایک متاثر کن شاہکار قرار دیا''۔

اس مشاورت کا حتمی اعلامیہ ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا تھا۔ یہ اعلامیہ ایک صاحبِ فکروعمل مسلمان کی سوچ کا مظہر تھا، جسے زیادہ تر الفاروقی ہی نے لکھا تھا اور جس کو حتمی اعلامیے کی بنیاد کے طور پر دونوں مذاہب کے علما نے قبول کیا تھا۔ 'مسلم، عیسائی مکالمے' کی عالمی تحریک میں یہ پہلا ٹھوس قدم تھا کہ جس میں مسلمانوں کا نقطۂ نظر اتنے مؤثر طریقے سے اور کسی عصبیت کے بغیر اور حقیقت پسندانہ انداز میں اتنے بڑے فورم پر پیش کیا گیا تھا۔ اس دستاویز کو دی اسلامک فاؤنڈیشن لسٹر نے ۱۹۸۲ء میں شائع بھی کیا تھا۔

افسوس کہ اس تاریخی دستاویز کو مستقبل کے 'مسلم، عیسائی مکالمات' کی بنیاد نہیں بنایا جاسکا۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ دونوں مذاہب کی برادریوں کی توجہ اصل مسائل اور تشویش کے اُمور سے ہٹ گئی، اور پوری قوت محض بے جان مذہبی لفاظی، بے معنی تواضع اور نمائشی خوش خلقی کی طرف مڑگئی۔ الفاروقی بھائی نے بڑی جرأت سے مشاورت میں اپنا نقطۂ نظر ان الفاظ میں بیان کیا تھا:

یہ درست ہے کہ نوآبادیاتی نظام اور توسیع پسندانہ ذہنیت ایک منفی قوت ہے۔ اس مشاورت میں ہم کوشش کر رہے ہیں کہ اپنی طاقت کے دائروں کے اندر بات کرنے

کے وہ طریقے اور ذرائع دریافت کریں، اور یہ دیکھیں کہ ہم کیا حکمت عملی اختیار کر سکتے ہیں؟ میں ذاتی طور پر اس شخص کے ساتھ بحث کرنے کو تیار نہیں ہوں، جو یہ دلیل دیتا ہے کہ 'آج کل انڈونیشیا میں کوئی نوآبادتی جبر نہیں ہے'۔ میں یہاں پر اپنی اس تشویش کا برملا اظہار کرتا ہوں کہ انڈونیشیا میں عیسائی مشنری تحریک اور نوآبادتی جبر کے درمیان گہرے رابطے موجود ہیں۔ اگر آپ کو یہ منظر دکھائی نہیں دیتا کہ تنزانیا اور انڈونیشیا میں سامراجی طاقتیں عیسائیوں کو کس انداز سے استعمال کر رہی ہیں تو پھر ہمیں مکالمہ جاری رکھنے کی کوئی ٹھوس بنیاد اور ضرورت دکھائی نہیں دیتی ہے۔

ڈاکٹر اسماعیل الفاروقی نے مزید کہا:

عیسائی مبلغین کے طرزِعمل کا ضابطہ تیار کرنا پہلی چیز نہیں ہے کہ جس پر ہمیں تشویش ہو، یہ دوسرے مرحلے کا تقاضا ہے۔ پہلا مرحلہ لازمی طور پر باہمی اعتماد کا فہم ہے۔ یہ بات عیسائی مبلغین سے، جو مسلمانوں کے مقابلے میں تبلیغی سرگرمیوں میں بہت آگے رہے ہیں اور جن کی مشنری سرگرمیوں کی تاریخ گذشتہ کئی عشروں کے دوران ایسے واقعات و حادثات سے بھری پڑی ہے، کہ وہ مسلمانوں کی نظروں میں شکوک پیدا کرتی ہیں۔ اس تاریخ کا تقاضا ہے کہ وہ اپنی غلطیوں کا اعتراف کریں۔ پھر اس عزم کا بھی اظہار کریں کہ اس صورت حال کو تبدیل کرنے کے لیے آیندہ مثبت قدم اُٹھایا جائے گا۔ یہ کام مسلمانوں کے ساتھ تعاون کے اصول وضوابط مرتب کرنے اور طریق کار کی تیاری کے لیے مل بیٹھنے سے قبل ہونا چاہیے۔

یہ پہلا موقع تھا کہ بین المذاہب کانفرنسوں کے اس حتمی بیان میں مسلمانوں کی تشویش کو واضح الفاظ میں یوں منظور کیا گیا تھا:

- کانفرنس، عیسائیوں اور مسلمانوں کے اس حق کو تسلیم کرتی ہے کہ وہ اپنی زندگیوں کے نظام کو اپنے مذہبی اصولوں اور قوانین کے مطابق تشکیل دیں، اور تمام ضروری اداروں کو مذہبی اصولوں اور قوانین کے مطابق برابر کے شہریوں کی حیثیت سے قائم اور برقرار رکھیں۔
- عیسائی شرکا اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ ان اخلاقی غلطیوں کے حوالے سے پوری

ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں، جن کی وجہ سے نوآبادیاتی طاقتوں اور ان کے ہمراہیوں کے ہاتھوں [مسلم آبادیوں کو] مصائب اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ کانفرنس پر یہ حقیقت واضح ہے کہ بداعتمادی اور خوف کی وجہ سے 'مسلم عیسائی تعلقات' متاثر ہوئے ہیں۔ مشترکہ اچھائی کے لیے باہمی تعاون کرنے کے بجائے مسلمان اور عیسائی ایک دوسرے کے خلاف صف آرا اور ایک دوسرے سے بیگانہ ہی رہے ہیں۔

- نوآبادیاتی نظام کے ایک صدی سے زیادہ عرصے کے بعد بھی متعدد عیسائی مشنری، نوآبادیاتی طاقتوں کے مفادات کے لیے جان بوجھ کر یا غیرشعوری طور پر کام کرتے رہے ہیں، اور مسلمانوں کے ساتھ تعاون کرنے میں بے دلی محسوس کرتے رہے ہیں، اور انھیں ظالموں کا ایجنٹ تصور کرتے ہوئے ان سے لڑتے رہے ہیں۔ اگرچہ اب اس تعلق میں یقینی طور پر کچھ تبدیلی کا آغاز ہوا ہے۔ تاہم، مسلمان اس کے باوجود کوئی بھی قدم اُٹھانے سے اس لیے گریزاں ہیں کہ عیسائیوں کی نیت پر ان کو شک ہے۔ اس کی وجہ یہ ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ آج کے عیسائی مشنریوں کی متعدد سرگرمیاں مخصوص مفادات کے لیے عمل میں لائی جاتی ہیں۔
- اس ضمن میں مسلمانوں کی بے خبری، مسلمانوں کی تعلیم، صحت، ثقافتی اور معاشرتی خدمات، مسلمانوں کی سیاسی پریشانیوں اور بحرانوں، ان کے معاشی انحصار، سیاسی تقسیم اور عمومی ضعف کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے، ان [مسیحی] مبلغین نے مذہب کی تبدیلی میں وسعت لانے اور عیسائیوں کی تعداد میں اضافے کے ساتھ دوسرے مقاصد کے لیے کام کیا۔ حال ہی میں بعض بڑی طاقتوں کے خفیہ اداروں سے ان کے خدمتی تعلق کے انکشاف نے ان خدشات کی تصدیق کرکے موجودہ خراب صورت حال کو مزید خراب کردیا ہے۔
- کانفرنس کے مسیحی ارکان، عیسائیت کے نام پر ہر ایسی خدمت سے لاتعلقی کا اعلان کرتے ہیں، جس نے اللہ اور ہمسائے سے محبت کے سوا کوئی اور مقصد اختیار کرکے اس کے مقصد کی اہمیت کو کم کردیا۔ وہ اعلان کرتے ہیں کہ ایسی کوئی بھی خدمت جو کسی

مذموم مقصد کے لیے کی جائے، وہ پراپیگنڈے کا ہتھیار ہے اور خدا اور ہمسائے سے محبت نہیں ہے۔ انھوں نے اتفاق کیا کہ وہ اپنی پوری طاقت اور ان کے اختیار میں جو بھی ذرائع ہوں گے، انھیں استعمال کرتے ہوئے عیسائی گرجا گھروں اور مذہبی تنظیموں کو اس صورتِ حال سے مناسب طور پر آگاہ کریں گے۔ کانفرنس بڑے دکھ کے ساتھ عیسائی مشن کے بارے میں مسلمانوں کے ان رویوں سے آگاہی حاصل کرتے ہوئے، جو خدمت کے غلط استعمال سے متاثر ہوئے، عیسائی گرجا گھروں اور مذہبی تنظیموں پر زور دیتی ہے کہ وہ مسلم دُنیا میں ایسی مذموم خدمات کو معطل کردیں۔

● یہ بنیادی اقدام مسلم عیسائی تعلقات کی فضا کو سازگار بنانے اور باہم تعاون کے فروغ میں اضافے کے لیے بنیادی کردار ادا کرے گا۔ کانفرنس واضح الفاظ میں زور دیتی ہے کہ گرجا گھروں اور مذہبی تنظیموں کی جانب سے عطا کردہ امدادی مال و اسباب کو، ان ممالک کی مقامی آبادی کے لوگوں کے تعاون کے ذریعے تقسیم کیا جائے، کہ جہاں یہ امداد دینے کا ارادہ ہو اور اس طرح متعلقہ لوگوں کی عزت، وقار اور تشخص کا احترام کیا جائے۔

علمی و فکری خدمات

اس مشاورت میں مسلمان مندوبین نے بڑی لگن کے ساتھ اپنا کردار ادا کیا، لیکن جناب اسماعیل الفاروقی کی خدمات فیصلہ کن تھیں۔ الفاروقی نے ۲۵ کتابیں تصنیف کیں، اور ایک سو سے زیادہ تحقیقی مقالات لکھے۔ لیکن میری نظر میں ان کا ممتاز ترین اور ہمیشہ زندہ رہنے والا کارنامہ ان کی تین کتب ہیں: ● *Tawhid: Its Implications for Thought and Life* [توحید، نظریہ اور زندگی کے لیے اس کی دلالت] (انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک تھاٹ ورجینیا، یو ایس اے ۱۹۸۲ء/ ● *The Cultural Atlas of Islam* [اسلام کا ثقافتی نقشۂ جہان]، لوئیس لمیاء الفاروقی کے ساتھ (میک ملن، نیویارک ۱۹۸۶ء)/ ● *Islam and The Problem of Israel* [اسلام اور اسرائیل کا مسئلہ] (اسلامک کونسل آف یورپ، لندن، ۱۹۸۰ء)۔

برادرم الفاروقی شہید، اسلامی روح کا لبِ لباب چند الفاظ میں اس طرح بیان کرتے ہیں: ''اس میں کوئی شک نہیں کیا جاسکتا کہ اسلامی تہذیب کا جوہر اسلام ہے، اور اسلام کی روح

التوحید ہے۔ یہ التوحید ہی ہے جو اسلامی تہذیب کو اس کی ثقافت دیتی ہے''۔(التوحید،ص ۱۷)

اسماعیل الفاروقی کے ہاں اسلام کا تصور، ایک مکمل ضابطۂ حیات کے طور پر ہی ہے، جو آئینے کی طرح صاف دکھائی دیتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: ''اسلام، دنیا میں زندگی گزارنے کا طریقہ ہے۔ اسلام کا اس کے سوا کوئی دوسرا مقصد نہیں ہے کہ زندگی اللہ کی مرضی کے تحت، اپنے اور معاشرے کے ساتھ احساسِ ذمہ داری کے ساتھ گزاری جائے''۔

اسلامی تاریخ اور اسلامی قانون کے کردار پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے اسماعیل الفاروقی لکھتے ہیں: ''انھوں نے مسلم دنیا کو ادارے، اخلاق، طرزِ زندگی اور کلچر دیا۔ انھوں نے تمام نسلوں اور ثقافتوں کے مسلمانوں کو ایک ہی نظریے کے تحت تعلیم دی اور ایک ہی نصب العین کے تحت ایک برتر قوت میں باہم جوڑ دیا۔ اسلامی قوانین کی بنیادی قوت نے کامیابی کے ساتھ اتحاد کو فروغ دیا اور تفریق کے ان تمام خطرات کو روک دیا، جن میں مسلم تاریخ کی چودھویں صدی میں غیر ملکی طاقتوں کی فتوحات بھی شامل ہیں۔ یہ بجا ہے کہ شریعت یا اسلامی قانون دونوں ہی دنیا بھر میں مسلمانوں کے اتحاد میں ہراول دستے اور ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہی ہے وہ حقیقت، جو اُمت مسلمہ کو عالم گیر اخوت بنا دیتی ہے''۔

برادرم الفاروقی کے ہاں اُمت کا نصب العین بڑا واضح ہے: ''ظاہری طور پر اُمت کی نشوونما کوئی اتفاقی واقعہ نہیں ہے۔ اس کا وجود اللہ تعالیٰ کی مرضی کے اظہار کا ذریعہ ہے، جس کا مقصد اس اُمت کے ذریعے زمان و مکان کی حقیقت کی تلاش ہے اور دُنیا کے سامنے اس حقیقت کا اظہار ہے، جو اللہ تعالیٰ کی حتمی وحی کی بنیاد، اس کی مرضی کے ذریعے اس نکتے کی تشکیل کرتی ہے، اور جہاں خدائی کائنات رضائے الٰہی کے اظہار کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ جیسا کہ قرآن میں اُمت مسلمہ کے وجود کا مقصد بیان کیا گیا ہے: ''تاکہ اللہ کا کلمہ بلند ہو''۔

برادرم الفاروقی، اسلام کے اداراتی کردار اور اسلام کے مستقبل کی وضاحت کرتے ہیں:

> اسلام وہ واحد مذہب ہے، جس نے زیادہ تر مذاہب کا مقابلہ انھی کے مضبوط مراکز اور ماحول میں کیا، خواہ یہ مقابلہ افکار و خیالات کے میدان میں تھا یا تاریخ کے میدانِ جنگ میں۔ اسی طرح اسلام ان تمام معرکوں میں شریک رہا، خواہ وہ روحانی تھے یا سیاسی۔

یوں اسلام نے اپنے نظام کو مکمل کیا، اور یہ آج بھی تمام محاذوں پر بڑی مضبوطی کے ساتھ معرکہ آرا ہے۔ مزید برآں اسلام وہ واحد مذہب ہے، جس نے یہودیت، عیسائیت، ہندومت اور بدھ مت کے ساتھ بین المذہبی اور بین الاقوامی آویزش کے تمام معرکوں میں بڑے پیمانے پر کامیابی حاصل کی، جو ان مذاہب کے ساتھ برپا ہوئے۔

یہ واحد مذہب ہے، جس نے دنیا بھر میں مغربی نوآبادیاتی نظام اور سامراجیت کا مقابلہ کرنے کے لیے اپنی تمام کوششوں کو جھونک دیا، جس کے نتیجے میں یہ نوآبادیاتی نظام ٹکڑے ٹکڑے ہوا۔ اسلام آج بھی فکری سطح پر ترقی کر رہا ہے اور دعوت و تبلیغ کے ذریعے سے پھیل رہا ہے، اور کسی بھی دوسرے مذہب کے مقابلے میں اس میں شامل ہونے والوں کی شرح سب سے زیادہ ہے۔ اس بات پر تعجب نہیں ہونا چاہیے کہ یہی وہ مذہب ہے، جس کے دشمنوں کی تعداد بھی سب سے زیادہ ہے۔ اسی طرح یہی وہ مذہب ہے جس کو سب سے زیادہ غلط سمجھا گیا ہے۔

اسماعیل الفاروقی نے دسمبر ۱۹۸۱ء میں کوالالمپور میں منعقدہ ۱۵ویں صدی ہجری کانفرنس میں اپنے مقالے Dawah in the West: Promise and Trial میں یہ پُرجوش اپیل کی:

آج ہجری صدی کو منانے کا مقصد، درحقیقت انسانیت کو اس تہذیب کی طرف متوجہ کرنا ہے، جو فطرت سے بغاوت کے نتیجے میں خوار و زبوں ہے۔ چودہ سو سال قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت کے لیے سب سے زیادہ موزوں اور ایک صحت بخش عالمی نظام (World Order) عطا کیا۔ آج تڑپتی انسانیت کو اس الٰہی نظامِ جہاں سے زیادہ کسی دوسری چیز کی ضرورت نہیں ہے.... مسلمان بھائی پہلے اس کو قائم کریں اور اس کے بعد انسانیت سے اپیل کریں کہ وہ ان کی صفوں میں شامل ہوجائیں، تاکہ امن اور انصاف، تقویٰ اور نیکی کے نئے عالمی نظام کے لیے جدوجہد ثمربار ہوسکے۔ اللہ تعالیٰ، دلیل اور مثال کے ساتھ عمل کا حکم دیتا ہے۔ ہم سب اس ربِ ذوالجلال کی وحی کے قابل خود کو ثابت کیوں نہیں کرسکتے؟

برادرم اسماعیل الفاروقی مستقبل بین اور مستقبل ساز سوچ کے مالک تھے۔ وہ کسی پُرسکون

لائبریری کے اسکالرنہیں تھے۔ اپنی زندگی کے آخری دوعشروں میں وہ جس تبدیلی کے خواہش مند تھے، اس کا انھیں پورا شعور تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ مسلم دُنیا کو خوابِ غفلت سے جگانے کے لیے متحرک رہے۔ اُمت کے پاس موجودہ تمام وسائل، خاص طور پر نوجوانوں کو بروئے کار لانے کے لیے اور اسلامی نظامِ جہاں کے قیام کے لیے وہ شب و روز اور مسلسل جدوجہد میں مصروف رہے۔ وہ مسلمانوں کی ان قومی، سیاسی قیادتوں کے بھی نقاد تھے، جنھوں نے اس کردار اور ذمہ داری کی ادائی سے مجرمانہ حد تک پہلوتہی برتی تھی، وہ بنیادی ذمہ داری کہ جو دین اور تاریخ نے ان پر ڈالی تھی۔ الفاروقی نے بڑے واضح الفاظ میں بیان کیا:

> عالم اسلام کی قومی حکومتوں نے (جو خواہ دستوری بادشاہتیں ہوں، جمہوری یا فوجی آمرانہ حکومتیں ہوں) جتنی بھی حالیہ زمانے میں اصلاحات کی ہیں، وہ زیادہ تر ریت پر تعمیر کی گئی ہیں۔ مسلم دُنیا میں 'جدیدیت' اس لیے ناکام ہوگئی کہ یہ مغرب زدہ تھی اور جو مسلمانوں کو ان کے ماضی سے الگ کر رہی تھی، اور ہم وطن مسلمانوں کو مغربی انسان کی بگڑی ہوئی صورت (caricature) میں ڈھالنا چاہتی تھی۔

اُمت مسلمہ کی موجودہ صورت حال سے نکلنے کے لیے ان کا نسخہ بڑا سادہ اور تیر بہدف ہے۔ انھوں نے مکمل تبدیلی پر زور دیا، لیکن اس طریق کار کی کلید ان کے نزدیک دعوت، تعلیم اور اس میں بھی زیادہ اہم کام علم (knowledge) کو اسلامی رنگ میں رنگنا ہے:

> اسلام کی عالمی اُمت اس قوت سے دوبارہ نہیں اُٹھ پائے گی، یا اُمتِ وسط نہیں بنے گی جب تک وہ اپنے مقصدِ زندگی، اس کے کردار، اس کی تقدیر، یعنی اسلام پر عمل نہیں کرے گی۔ یہ اُمت صرف اللہ کا خلیفہ بن کر اور اسلام کے صحیح تصور کے ساتھ وابستگی ہی سے گردوپیش میں پھیلے ہوئے چیلنج کا جواب دے سکتی ہے۔

برادرم اسماعیل الفاروقی نے جس لائحہ عمل کی نشان دہی کی ہے، اس کے اہم اجزائے ترکیبی میں تعلیم کو اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھالنا، کردار سازی کی طرف متوجہ ہونا، خاندان کی حفاظت کرنا، معیشت کی مضبوطی و خودانحصاری، معاشرے اور طرزِ حکومت کے اداروں کی شریعت کے اصولوں اور تعلیمات کے مطابق اصلاح اور تعمیر کرنا شامل ہے۔ اسی طرح ہر سطح پر دعوتِ حق اس

مشن کے لیے لازمی طاقت، روحانی زندگی کا حصول، اخلاقیات کی قوت، مادی وسائل کے تمام ذرائع کا استعمال اور ان کی نشوونما میں تیزی لانا شامل ہے۔

چونکہ اس تبدیلی کے لیے انھوں نے خود جدوجہد کی ہے، اسی لیے ان کا لائحہ عمل ہمہ پہلو ہے، جیسا کہ انھوں نے توحید: نظریہ اور زندگی کے لیے اس کی دلالت میں بیان کیا ہے۔ وہ اپنی زندگی کے آخری چند برسوں میں شعوری انقلاب کے لیے خاص طور پر یکسو اور وقف تھے۔ ایسا شعوری انقلاب جو مکمل تبدیلی کے لیے عمل کی قوت سے سرشاری عطا کرتا ہے۔ اس ضرورت کا احساس بیدار کرنے کے لیے انھوں نے مسلم دنیا کے تمام دانش وروں سے دل سوز اپیل کی تھی، جو ان کی شہادت کے بعد امریکن جرنل آف اسلامک سوشل سائنسز (AJISS) میں شائع ہوئی:

> ہمارے سامنے انتہائی اہم کام ایک ہے اور وہ یہ کہ ہم کب تک اپنے آپ کو روٹی کے ان چند ٹکڑوں پر راضی اور مطمئن رکھیں گے، جو مغرب ہماری طرف پھینک رہا ہے۔ آج یہی وقت ہے کہ ہم اپنا اصل کردار سمجھیں اور اسے ادا کریں۔ صحت منداور عادل معاشرے کی تشکیل کے ماہرین کی حیثیت سے ہمیں اپنی ترتیب اور تربیت کا جائزہ لینا اور اُسے قرآن اور سنت کے مطابق ڈھالنا ہوگا۔ ہمارے اجداد نے تاریخ، قانون اور ثقافت میں اپنا کردار ادا کیا تھا۔ مغرب نے اس ورثے کو ہم سے عاریتاً لیا اور اس کو سیکولر قالب میں ڈھال دیا۔ کیا اس کے لیے کچھ کہنے کی ضرورت ہے کہ ہم آگے بڑھ کر اس کو حاصل کریں اور پھر اسی طرح اس کو اسلامی بنا دیں؟

مختصر ترین الفاظ میں برادرم اسماعیل راجی الفاروقی کی یہی وصیت ہے۔ میں دعا اور اُمید کرتا ہوں کہ مسلم دانش ور، ان کی پیشہ ورانہ تنظیمیں اور عام طور پر اسلامی تحریکیں، وقت کی اس فوری ضرورت کو پورا کرنے کے لیے لازماً پہل کریں گی۔

(انگریزی سے ترجمہ: عارف الحق عارف/سلیم منصور خالد)